www.naushahidynasty.com

علاوہ ازیں اس گاؤں کے لوگ نیک خصلت، مخلص اور ملنسار تھے۔ یہاں تشریف لاکر آپ پہلے سے زیادہ عبادت اور ریاضت میں مشغول ہوگئے۔ آپ ساری رات دریا کنارے عبادت اور ریاضت کرتے۔ دن کے وقت گاؤں کی مسجد میں تلاوت میں مصروف رہتے۔ سردی ہو یا گرمی ہر موسم میں آدھی رات کو تہجد ضرور پڑھتے۔ پھر کچھ وقت مراقبے میں گزارتے۔اشراق تک ذکروفکر میں مصروف رہتے۔ پانچوں وقت کی نماز باقاعدگی سے باجماعت ادا کرتے۔عصر کی نماز سے قبل چار سنتیں ضرور پڑھتے تھے اور لوگوں کو اسکی پابندی کی پوری پوری تلقین فرماتے تھے۔[1] مطلب یہ ہے کہ آپ عبادت، ریاضت اور مجاہدے کے ذریعے حق کی تلاش وجستجو میں مگن رہتے تھے۔ اسی جستجو نے آپ کو کامل مرشد کی راہ دکھائی۔

بیعت طریقت

بلاشبہ آپ ایام جوانی میں عبادت گزار، نیک اور پرہیزگار متقی تھے۔لیکن جب آپ کی نظر قرآن پاک کے اس ارشاد کی طرف جاتی " یَـآاَیُّھَـا الَّـذِیْـنَ اٰمَـنُوا اِتَّـقُـوا الـلّٰـہَ وَابْتَغُوْ اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْ فِی سَبِیْلِہٖ لَعَلَّـکُمْ تُفْلِحُون"[2] یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اسکی جانب وسیلہ تلاش کرو اور اُسکی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

آپ کے دل میں کسی کامل وسیلے کی تلاش کی خواہش پیدا ہوتی۔ ایسا کامل وسیلہ جوحق کا نہ صرف شناسا ہو بلکہ طریقت کی تمام منزلوں سے سالک کوگزارنے کی اہلیت کا حامل بھی ہو۔ جب آپ لاہور بغرض سیر تشریف لائے تو یہ خواہش چنگاری

1- ماہنامہ القادر نوشاہی، نومبر 1924ء ص 29

2- القرآن۔ پارہ 6 سورۃ المائدہ آیت 35

سے جوالہ مکھی بن گئی۔شرافت نوشاہی نے تذکرہ نوشاہی کے حوالے سے لکھا ہے:

''لاہور سے واپس آ کر آپ کا ارادہ ہوا کہ کسی بزرگ صاحب نسبت کی ملازمت اختیار کریں۔ تلاش فقراء میں ہوئے ۔ اتفاقاً کسی آدمی سے ملا کریم الدین جو کالوی کی تعریف سنی جو کہ حضرت سخی شاہ سلیمان نوریؒ کے خلفاء بزرگ میں سے تھے۔ ان سے ملاقات کی اور سخی بادشاہ کے محامدو اوصاف وہاں سے سُن کر دل میں عشق موجزن ہوا۔''(1)

شرافت نوشاہی صاحب کی اس تحریر سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا کہ ملاّ کریم الدین کے منہ سے سخی صاحبؒ کے اوصاف سن کر نوشہ صاحبؒ کو اُن سے عشق ہوا۔ کیونکہ تذکرہ نوشاہی سے پتا چلتا ہے کہ سخی شاہ سلیمانؒ، نوشہ صاحبؒ کی ولادت سے قبل اُن کے گھر تشریف لائے تھے اور پشینگوئی کی تھی اور احتیاط کے ساتھ پرورش کی تلقین فرمائی تھی۔(2) پھر آپ کی عہد طفولیت میں وہ کئی مرتبہ گھگانوالی تشریف لائے تھے۔ یہ تمام واقعات اس بات کی ٹھوس شہادت ہیں کہ نوشہ صاحبؒ کے والدین حضرت سخی شاہ سلیمان نوریؒ سے بخوبی واقف تھے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ نوشہ صاحبؒ کو عالم شباب میں اُن کے متعلق علم ہوا ہو۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ اس سے قبل آپ کبھی بھی بھلوال نہ گئے ہوں یا راستہ معلوم نہ ہو۔ کیونکہ اُس زمانے میں آمدورفت کا کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ اس لئے آپ ملا کریم الدین کی معیت میں سخی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

1- شریف التواریخ جلد اول ص 922

2- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 72

بیعت کا واقعہ

حضرت نوشہ صاحبؒ جب مُلاّ کریم الدّین کے ہمراہ بھلوال پہنچے تو سخی صاحبؒ نے نہایت خندہ پیشانی سے دونوں کا استقبال کیا۔ ملا کریم الدینؒ نے نوشہ صاحبؒ کا تعارف کرانا چاہا تو سخی صاحبؒ نے انہیں یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ میں اس جوان کے حالات سے بخوبی واقف ہوں۔ اس نے مجھے ایک عرصے تک انتظار میں رکھا۔ سخی صاحبؒ کی ایک ہی نظر سے آپ کی حالت تبدیل ہوگئی۔[1] بعد ازاں فقیری انداز میں آپ سے بیعت لی گئی اور حضرت شاہ معروف خوشابیؒ کے امانت دینے والا واقعہ بیان کیا[2] اور فرمایا! اللہ کا شکر ہے کہ ''امانت با امانتدار رسید'' بقول قاضی رضی الدینؒ کہ سخی صاحبؒ کی ایک درویشانہ نظر سے آپ بے ہوش ہو گئے اور تین ماہ اسی جذب و مستی کی کیفیت میں رہے۔[3] اٹھنے بیٹھنے اور بولنے چالنے کی ہمت نہ رہی۔ مراۃ الغفوریہ کے مصنف کے قول کے مطابق اسی حالت جذب و سکر میں آپ نے سلوک کی تمامتر منزلیں طے کرلیں۔[4] مرشد نے فنا فی الشیخ، فنافی الرسول اور فنافی اللہ کی منزلیں پار کرا کر بقا باللہ کی منزل تک پہنچا دیا۔ یوں نوشہ صاحبؒ پر حی القیوم کے اسرار واضح ہوگئے۔[5] یہ سارا واقعہ آپ کے مرشد حضرت سخی شاہ سلیمان نوریؒ کی کمال شفقت اور مہربانی سے پیش آیا۔ جو قادریہ سلسلہ کے نامور بزرگ اور ولی اللہ تھے۔

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 103
2- ایضاً ص 38
3- ایضاً ص 103
4- امام بخش نوشاہی برقندازی: مراۃ الغفوریہ (قلمی) مملوکہ کتب خانہ شیخ فضل حسینؒ دربار سخی شاہ سلیمان نوریؒ بھلوال۔ اب یہ کتاب چھپ چکی ہے جسے ڈاکٹر معین نظامی نے مرتب کیا ہے۔ ناشر مرکز تحقیقات فارسی ایران، پاکستان
5- ثواقب المناقب ص 37 , 36

شجرہ طریقت

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت نوشہ صاحبؒ کے مرشد حضرت سخی شاہ سلیمان نوریؒ قادریہ سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مگر یہ سلسلہ آگے چل کر نوشہ صاحبؒ کے نام نامی کی بنا پر قادری نوشاہی مشہور ہوا۔ نوشہ صاحبؒ کا شجرہ طریقت 26 واسطوں سے سرکار دوعالم ﷺ تک پہنچتا ہے۔ ثواقب المناقب، تذکرہ نوشاہی، مراۃ الغفوریہ، تحائف قدسیہ اور کنز الرحمت میں شجرہ طریقت نوشاہیہ کی ترتیب اس طرح سے ہے۔

1-	حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخشؒ	ولادت	1014ھ	1605ء[1]
2-	حضرت سخی شاہ سلیمان نوریؒ بھلوالی	وفات	1065ھ	1654ء
3-	حضرت شاہ معروفؒ (خوشابی)	//	987ھ	1579ء
4-	حضرت مخدوم سید مبارک حقانیؒ (اوچ شریف)	//	956ھ	1549ء
5-	حضرت سید شاہ محمد غوث گیلانیؒ	//	923ھ	1517ء
6-	حضرت سید شمس الدین گیلانیؒ	//	834ء	1430ء
7-	حضرت سید شاہ میر گیلانیؒ	//	766ھ	1364ء
8-	حضرت سید علی گیلانیؒ	//	715ھ	1315ء
9-	حضرت سید مسعود گیلانیؒ	//	660ھ	1261ء
10-	حضرت سید احمد گیلانیؒ	//	630ھ	1232ء
11-	حضرت سید عبدالسلام صوفی گیلانیؒ	//	611ھ	1214ء
12-	حضرت سید عبدالوہاب گیلانیؒ	//	593ھ	1196ء

1- ہجری اور عیسوی سنین کے تقابل کے لیے The Muslim and Chrestian Calendars by G.S.P Freeman Grenville London 1963. سے استفادہ کیا گیا۔

13- حضرت سید عبدالقادر جیلانی ؒ	//	561ھ	1165ء
14- حضرت قاضی ابوسعید مخزومیؒ	//	508ھ	1114ء
15- حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاریؒ	//	484ھ	1091ء
16- حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسیؒ	//	447ھ	1055ء
17- حضرت شیخ عبدالواحد تمیمیؒ	//	425ء	1033ء
18- حضرت شیخ ابوبکر شبلی ؒ	//	334ھ	945ء
19- حضرت شیخ جنید بغدادیؒ	//	297ھ	909ء
20- حضرت شیخ سری سقطیؒ	//	250ھ	864ء
21- حضرت شیخ معروف کرخیؒ	//	200ھ	815ء
22- حضرت شیخ داؤد طائی ؒ	//	165ھ	781ء
23- حضرت شیخ حبیب عجمیؒ	//	156ھ	772ء
24- حضرت شیخ حسن بصریؒ	//	111ھ	729ء
25- حضرت علی کرم اللہ وجہہ	//	40ھ	660ء
26- حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ	//	11ھ	632ء

خلافت

حضرت نوشہ صاحبؒ کو اپنے مرشد سے بے حد عقیدت اور پیار تھا۔ اسی عقیدت کے باعث آپ اکیس بائیس برسوں میں متعدد بار مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرشد نے بھی کمال عنایات سے خوب نوازا اور باطنی نعمتوں سے مالا مال کردیا۔ آپ مرشد کے احترام کی وجہ سے کبھی سواری استعمال نہ کرتے بلکہ گھگانوالی سے بھلوال تک 27 کوہ کا فاصلہ [1] پیدل ہی طے کرتے۔ آخری ایام میں مرشد کے

1- کنز الرحمت ص 30

حکم کی پاسداری میں گھوڑی خرید کر سواری کرنے لگے تھے۔[1] مرشد دیگر مریدوں کے مقابلہ میں آپ پر زیادہ شفقت فرماتے تھے۔ کئی بار آپ کے استقبال کے لئے گاؤں سے باہر آ جاتے تھے۔ پھر خود چار پائی بچھا کر اُس پر چادر سنوار کر بٹھاتے تھے۔[2] نوشہ صاحبؒ بھی اپنے مرشد کا دل و جان سے احترام کرتے تھے۔ اور اُن کے ہر حکم کی تعمیل بسر وچشم کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ مرشد کی خاص نظرِ عنایت کے باعث آپ روز بروز روحانی مقامات طے کرتے چلے گئے۔

ملا کریم الدین اور دیگر مریدوں نے جب سخی صاحبؒ کو نوشہ صاحبؒ کے حال پر بہت زیادہ مہربان پایا تو دل میں خیال کیا کہ نوشہ صاحبؒ بہت بعد میں آئے اور ہم سے زیادہ منظورِ نظر بن گئے ہیں۔ جب سخی صاحبؒ کو اس بات کا پتا چلا تو چہرے پر جلالی کیفیت طاری ہوگئی۔ نماز کا وقت تھا۔ ملا کریم الدین کو جماعت کرانے کا حکم دیا۔ مگر حضرت کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر اُنہیں آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی اور معذرت کر لی۔ پھر نوشہ صاحبؒ کو امامت کرانے کا حکم دیا تو وہ حکم عدولی کے متعلق سوچ بھی نہ سکتے تھے فوراً آگے بڑھے اور امامت کرائی۔ نماز سے فارغ ہو کر سخی صاحبؒ نے ملا کریم الدین اور نوشہ صاحبؒ کے ہاتھ پکڑ کر وزن کیا اور فرمایا۔ ملا جی آپ کے ہاتھ سے حاجی محمد کا ہاتھ وزنی ہے۔ میں نے آپ سے تین مرتبہ جماعت کرانے کے لئے کہا۔ آپ نے تینوں بار معذرت کی۔ چنانچہ تین مرتبہ کہنے سے حجت پوری ہوگئی۔ اب امامت کا منصب حاجی محمد نوشہ کو مل گیا۔ آج سے تم سب کے یہ امام ہیں۔ جو بہتری کا طالب ہے۔ وہ حاجی نوشہ کی خدمت اور اطاعت اختیار کرے۔ مجھ میں اور اُن میں کوئی فرق نہیں ہے۔[3] اشرف منچری نے سخی صاحبؒ کے فرمان کو یوں

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 113

2- ایضاً ص 108

3- ثواقب المناقب ص 116,117

منظوم کیا ہے:

کسے را کہ شوق الٰہی بود بیاید کہ نزدیک حاجی رود
براہِ خدا گر بیاید کسے بود رہبرش لطف حاجی بسے
بدانید حاجی سلمان شدہ سلیماں زحاجی یکے جاں شدہ[1]

اس کے بعد سخی صاحبؒ نے اپنے دونوں بیٹوں شیخ رحیم داد اور شیخ تاج محمود سمیت تمام مریدوں کو نوشہ صاحبؒ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا۔ حاجی محمد! آپ ان سب کی تربیت کریں۔ یہ لوگ آپکے مقام کے شناسا نہیں ہیں۔ اگر ان سے کوئی غلطی یا بے ادبی ہو جائے تو درگزر کریں۔[2] اس واقعہ کے بعد جو بھی شخص کسی غرض سے سخی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُسے نوشہ صاحبؒ کے پاس بھیج دیا۔ اس طرح سخی صاحبؒ نے اپنی زندگی میں ہی نوشہ صاحبؒ کو خلافت اور اجازت عطا کر دی۔ اسی اجازت کے سبب نوشہ صاحبؒ نے نوشہرہ تارڑاں میں رہ کر دین کی تبلیغ اور مخلوق خدا کی راہنمائی شروع کی۔

نوشہرہ تارڑاں میں رہائش

خلافت عطا کرنے سے قبل سخی شاہ سلیمانؒ نے آپ کو نوشہرہ تارڑاں میں تبلیغی مرکز قائم کرنے کا حکم دیا۔[3] نوشہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ نوشہرہ تارڑاں کے اردگرد بہت سے بزرگوں کے آستانے موجود ہیں۔ جیسے گجرات میں شاہ دولا دریائیؒ اور شاہ حسینؒ، مگھووال میں میاں حسو تارڑؒ اور میراں سید شریف خوارزمیؒ، تخت ہزارہ میں شاہ حسام الدینؒ، جاگو تارڑ میں میاں طاہرؒ اور میاں مانگاؒ، کھارا مانگٹاں

1- کنزالرحمت ص 43
2- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 115
3- ثواقب المناقب ص 134

میں سلیمانؒ چدھڑ، کیلانوالہ میں شاہ عبدالسلامؒ چک گھوگہ (کھوکھر) میں شاہ عبدالرحمٰن بخاری المشہور رنجتی شاہؒ ، ور پال میں شاہ مسکین قلندرؒ اور دیوان ابراہیمؒ وغیرہ۔ ان بزرگانِ دین کی موجودگی میں میرے سلسلے کو کیونکر فروغ حاصل ہوگا۔[1] دوسرے دن سخی صاحبؒ نے فرمایا میں نے رات خواب میں دیکھا کہ ان تمام بزرگوں اور تمہارے درمیان ''گوئے وچوگان'' [2] کے کھیل کا مقابلہ ہوا اور تمہاری ایک ہی ضرب سے گیند ہند کی سرحد سے پار نکل گئی۔ دوسری طرف سے گیند قندھار اور خراسان سے بھی آگے نکل گئی۔ یہ اس امر کی پیشین گوئی ہے کہ تمہارے سلسلے کو دُور دُور تک فروغ حاصل ہوگا اور اُن میں سے کوئی بھی بزرگ تمہارے سلسلے میں رکاوٹ نہیں بنے گا۔ تمہارے مریدوں اور تمہاری اولاد کا حکم اس علاقے میں جاری ہوگا۔[3] یہ علاقہ بارگاہ رسالتﷺ کی طرف سے تمہارے لئے منظور ہو چکا ہے۔[4]

مرشد کی پیشین گوئی حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی۔ لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت ہونے لگے۔ ہر وقت بے شمار مرید آپ کی خدمت میں حاضر رہنے اور وعظ ونصیحت سے دلوں میں روشنی بھرنے لگے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس علاقے میں جس قدر فروغ نوشاہی سلسلے کو حاصل ہوا شاید ہی کسی اور سلسلے کو ہوا ہوگا۔ آپ نے نوشہرہ تارڑاں میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ جس میں دور دراز سے طالب علم آکر علمی پیاس بجھانے لگے۔ بعض مصنفین نے نوشہرہ تارڑاں کو قطب نوشہرہ بھی لکھا ہے۔ مگر یہ درست نہیں ہے۔

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 115,116

2- پولو کو فارسی میں چوگان کہتے ہیں۔

3- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 117 , 116

4- ایضاً ص 117

نوشہرہ تارڑاں اور نوشہرہ قطب کا تحقیقی تجزیہ

مرشد کے حکم سے نوشہ صاحبؒ نے نوشہرہ تارڑاں میں رہائش اختیار کی تھی۔ یہ گاؤں تارڑ قوم کا تھا۔ اسی نسبت سے اسے نوشہرہ تارڑاں کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ پروفیسر اقبال مجددی [1] شرافت نوشاہی [2] قریشی احمد حسین قلعداری [3]، برق نوشاہی [4] کے قول کے مطابق نوشہ صاحبؒ اپنے زمانے کے قطب تھے۔ اس لئے یہ گاؤں نوشہرہ تارڑاں کی بجائے نوشہرہ قطب مشہور ہوگیا۔ حالانکہ جغرافیائی اعتبار سے یہ غلط ہے۔

نوشہرہ تارڑاں اور نوشہرہ قطب دو علیحدہ گاؤں ہیں۔ نوشہرہ تارڑاں موضع گھگانوالی سے تقریباً چار میل بجانب مشرق دریائے چناب کے کنارے آباد ہے۔ جسے ساندر بار کا علاقہ لگتا ہے۔ آجکل بذریعہ سڑک گجرات سے 46 میل کے فاصلے پر ہے۔ جبکہ قطب نوشہرہ گجرات سے 22 میل دور تھا۔ مگر اب یہ دریا برد ہوچکا ہے۔ نوشہرہ تارڑاں اور قطب نوشہرہ کا درمیانی فاصلہ تقریباً 29 میل ہے۔

موضع ساہنپال میں رہائش

موضع ساہنپال کب آباد ہوا اور نوشہ صاحبؒ کی زندگی کے ساتھ اس گاؤں کا کتنا تعلق ہے؟ اس بارے میں مصنفین میں بہت اختلاف ہے۔ شرافت نوشاہی کا دعویٰ ہے کہ نوشہ صاحبؒ ساری عمر اسی گاؤں میں رہائش پذیر رہے۔ بلکہ یہ گاؤں اُن کی زندگی میں ہی اُن کی اجازت سے آباد ہوا تھا۔ مگر شرافت نوشاہی (مرحوم)

1- انتخاب گنج شریف۔ (اردو کلام) نوشہ گنج بخش، مرتب شرافت نوشاہی، دارالمؤرخین لاہور 1975ء دیباچہ ص 21

2- مواعظ نوشہ پیر، تاج بکڈپو لاہور 1968ء ص 22

3- ایضاً ص 9, 8

4- نوشہ پیر ص 31,32 و شجرہ شریف نوشاہی ص 21

کی اپنی ہی تحریروں میں اس کے متعلق اختلاف موجود ہے۔ ایک طرف وہ لکھتے ہیں کہ نوشہ صاحبؒ نے نوشہرہ تارڑاں کو اپنا مستقر بنایا، جو بعد میں ساہن پال شریف مشہور ہوا۔[1] لیکن دوسری طرف اُن کا اپنا ہی بیان ہے کہ نوشہرہ تارڑاں کا نمبردار چوہدری مہما اور اُس کا بیٹا ساہنپال نوشہ صاحبؒ کے عقیدت مند تھے۔ انہوں نے علیحدہ ایک گاؤں آباد کرنے کا فیصلہ کیا اور نوشہ صاحبؒ سے عرض کی کہ اگر وہ پسند فرمائیں تو سب سے پہلے اُن کے لئے وہاں مکان تعمیر کر دیا جائے۔ آپ نے اجازت دے دی۔ اور اُس گاؤں کا نام ساہنپال رکھا گیا۔[2] بقول شرافت نوشاہی یہ واقعہ اکبر بادشاہ کے عہد حکومت میں 1001ھ/ 1593ء تا 1007ھ/ 1598ء عیسوی[3] کے درمیان پیش آیا۔ جبکہ شرافت نوشاہی خود ہی ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ نواب سعید خان بہادر ظفر جنگ ہزاری ہفت ہزار سوار، پنج ہزار دواسپہ سہ اسپہ [946ھ] 1539ء میں شاہی حکم سے نظامت کابل پا کر مع لشکر وفوج کے دہلی سے کابل کو روانہ ہوا۔ راستہ میں قریب (چک ساہنپال ڈیرہ سعید خاں واقع شدہ) یعنی ساہنپال کے قریب فوج نے ڈیرا لگایا۔ یہ بھی نوشہ صاحبؒ کی زیارت سے مشرف ہوا۔[4] اس آخری بیان سے واضح ہوتا ہے کہ گاؤں ساہنپال 1539ء یا اُس سے کچھ دیر پہلے آباد ہوا تھا اور یہ زمانہ نوشہ صاحبؒ کی ولادت سے قبل کا ہے۔ بقول شرافت نوشاہی نوشہ صاحبؒ کی ولادت 959ھ/ 1552ء میں ہوئی[5] جبکہ ہماری تحقیق کے مطابق ولادت کا صحیح سن 1014ھ/ 1605ء ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ نوشہ صاحبؒ کی ولادت سے قبل نواب سعید خان نے اُن

1- شریف التواریخ جلد سوم حصہ اول گجرات 1982ء ص 19
2- گنج شریف ص 26
3- ایضاً ص 26
4- تذکرہ نوشہ گنج بخش ص 95 , 94
5- تذکرہ نوشہ گنج بخش ص 19

سے ملاقات کی ہو؟ شاہجہان نامے سے پتا چلتا ہے کہ نواب سعید خان 1049ھ/ 1639ء[1] میں قندھار کی طرف گیا تھا اور 1060ھ/ 1650ء[2] میں فوت ہو گیا تھا۔ تاریخی اعتبار سے یہ شاہجہان کا دورِ حکومت تھا۔

تذکرہ نوشاہی میں درج بیان کے مطابق موضع ساہنپال نوشہ صاحبؒ کی زندگی میں آباد ہوا تھا یقیناً یہ زمانہ شاہجہان کا عہدِ حکومت تھا۔ اس کی تصدیق محکمہ مال کے ریکارڈ سے بھی ہوتی ہے۔ شرافت نوشاہی کے دعویٰ کے مطابق نوشہ صاحبؒ ساری زندگی ساہنپال میں ہی رہے اور یہیں وفات پائی اور دفن ہوئے۔[3] اسی لئے نوشاہی سلسلے کے عشاق نے اس گاؤں کی تعریف میں کئی ایک نظمیں لکھی ہیں۔[4] مگر محکمہ مال کے سرکاری ریکارڈ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ نوشہ صاحبؒ نے ساہنپال گاؤں میں مستقل رہائش رکھی تھی۔ جبکہ اس کے برعکس موضع رُنمل کی مسل حقیت سے پتا چلتا ہے کہ نوشہ صاحبؒ اپنی زندگی میں ہی رُنمل تشریف لائے اور تادمِ آخر وہاں ہی قیام فرمایا۔ محکمہ مال کے ریکارڈ میں درج ہے:

> ''مسمی نوشہ صاحبؒ فقیر قوم راجپوت گوت جالپ بطور سیاحی اس جگہ آیا۔ لب دریا مکانات و مسجد وغیرہ بنوائی صدمہ دریا سے وہ مکان برد ہوگئے۔ پھر بعد مرنے نوشہ صاحبؒ فقیر کی اولاد اُسکی خانقاہ و مسجد وغیرہ مکانات بعمارت پختہ بنائے۔ تب سے یہ قوم فقیر نوشاہی بھی مالک اور دیگر اقوام متفرق مندرجہ شجرہ نسب بندوبست گذشتہ میں پیش گاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ سے مالک بن گئے۔ کیفیت مفصل محاذ نام ان کے درج ہے۔'' بلفظہٖ[5]

1- شاہجہان نامہ جلد نمبر 2 اردو ترجمہ ص 252
2- شاہجہان نامہ جلد نمبر 3 اردو ترجمہ ص 870
4-3 گنج شریف پنجابی ص 26
5- مسل حقیت رُنمل۔ ریکارڈ محکمہ مال تحصیل پھالیہ، ضلع گجرات

عین ممکن ہے کہ نوشہ صاحبؒ ساہنپال کی درخواست پر چند دنوں کے لئے تشریف لے گئے ہوں۔ اسی سبب سے شعراء نے اس گاؤں کی تعریف میں منظومات لکھیں۔ تذکرہ نوشاہی کے مصنف نے بھی وضاحت سے کہیں نہیں لکھا کہ نوشہ صاحبؒ مستقل طور پر ساہنپال میں قیام پذیر رہے۔ سرکاری ریکارڈ سے پتا چلتا ہے کہ جس وقت ساہنپال آباد ہوا اُس سے قبل رَنمل کی آبادی موجود تھی۔ موجودہ ساہنپال چوتھی جگہ آباد ہوا ہے۔ سرکاری ریکارڈ کے مطابق :

> ''پہلے رقبہ شامل موضع نوشہرہ ملکیت و آباد کردہ بزرگان ساہنپال کا تھا۔ جب آبادی نوشہرہ کی دریا برد ہوگئی تب مسمی ساہنپال مورث اعلیٰ قوم جٹ گوت تارڑ نے رقبہ دہ ہذا میں گاؤں آباد کیا۔ بعد ازاں تین دفعہ آبادی ساہنپال آباد ہو کر دریا برد ہو جاتی رہی۔ عرصہ 45 سال کا ہوا ہے کہ ہم مالکان نے یہ گاؤں چوتھی جگہ آباد کیا۔ تب سے برابر آباد چلا آتا ہے۔ ویران نہیں ہوا۔ اور کوئی تہہ کہنہ اندر رقبہ دہ ہذا کے نہیں ہے۔'' بلفظہٖ (1)

ان تمام واقعات سے پتا چلتا ہے کہ نوشہ صاحبؒ کا ساہنپال سے تعلق صرف اتنا تھا کہ آپ اپنے مرید ساہنپال کی دلجوئی کی خاطر اُس کے گاؤں گئے اور وہاں کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ پھر واپس رَنمل آ گئے۔ بعد ازاں ساہنپال دریا برد ہوگیا۔ موجودہ ساہنپال کا اُس زمانے کے ساہنپال سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

لقب ''نوشہ'' ملنا

تذکرہ نوشاہی اور کنز الرحمت کے حوالے کے مطابق آپ نے جنگل میں

1- مسل حقیت ساہنپال۔ ریکارڈ محکمہ مال تحصیل پھالیہ، ضلع گجرات

ایک پرانے کنوئیں میں چالیس روز تک چلہ کیا۔ اس دوران میں آپ نے کچھ کھایا نہ پیا۔ نتیجتاً بے حد کمزور ہوگئے۔ جب آپ نے چلہ مکمل کر لیا تو کنوئیں کے قریب ایک سوکھے درخت کے نیچے کھڑے ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ درخت سرسبز ہوگیا اور پتے پتے سے نوشہ نوشہ کی آوازیں آنے لگیں۔ (1)

بقول شیخ عمر بخش رسول نگری اُس وقت نوشہ صاحبؒ کی عمر بیس برس تھی اور ہاتف غیبی نے آپ کو نوشہ نوشہ کہہ کر پکارا تھا۔ (2) لیکن مولانا شاہ شریف احمد مراد سہروردی کا خیال ہے کہ آپ کے مرشد نے خلافت اور اجازت کے وقت آپ کو گنج بخش کے خطاب سے نوازا تھا۔ بعد ازاں آپ وعظ ونصیحت میں مصروف ہوگئے۔ (3)

مناقب نوشاہی کے مصنف عمر بخش رسول نگری کی اس بات کہ ''آپ کو ہاتف غیبی کی طرف سے بیس برس کی عمر میں نوشہ کا لقب ملا تھا'' درست معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس عمر میں آپ نے کسی مرشد کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی۔ صرف دلی امنگ کے تحت شب و روز عبادت اور ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ جبکہ مقام نوشاہیت پر پہنچنے کے لئے کسی مرشد کی نگرانی میں سلوک کی منزلوں کا طے کرنا ناگزیر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے مرشد نے آپ کو نوشہ کے نام سے کبھی نہیں پکارا تھا، بلکہ حاجی محمد یا میاں محمد کہہ کر بلاتے تھے۔ اگر یہ لقب آپ کو بارگاہ ایزوی سے پہلے ہی عطا ہوا ہوتا تو یقیناً مرشد آپ کو اسی نام سے پکارتے۔ ہفتاد اولیاء کے مصنف کی بات وزن رکھتی ہے کہ آپ کے مرشد نے آپ کو نوشہ اور گنج بخش کا خطاب عطا کیا تھا۔ یہ مرشد کا ہی فیضان نظر تھا کہ بعد ازاں ہر شخص نے آپ کو نوشہ کہنا شروع کر دیا۔ آپ نے بھی اپنی تحریروں میں اپنا نام حاجی نوشہ ہی لکھا ہے۔ مرشد کی زبان سے نکلا

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 134

2- مناقبات نوشاہی ص 74

3- ہفتاد اولیاء جلد اول ص 423

ہوا لقب آپ کی شہرت دوام کا ضامن بن گیا اور آپ نوشہ، حاجی نوشہ، نوشہ قادری یا فقیر نوشہ کہلانے لگے۔

مرشد کے ساتھ آخری ملاقات

نوشہ صاحبؒ کی مرشد کے ساتھ آخری ملاقات انکی وفات سے تقریباً دو ماہ قبل ہوئی۔ سخی صاحبؒ کو نوشہ صاحبؒ کی آمد کی خبر ملی تو وہ نوشہ صاحبؒ کے استقبال کے لئے گاؤں سے باہر آ کر ایک ٹیلے پر انتظار کرنے لگے۔ انہوں نے نوشہ صاحبؒ کو دیکھتے ہی بے اختیار فرمایا۔ ''آیا میرا ڈھولنا چارے بنے رکھ'' مطلب یہ ہے کہ میرا الاڈلا نوشہ تصوف کی چاروں منزلیں (فنافی المرشد، فنافی الرسول، فنافی اللہ، بقاباللہ) کامیابی اور کامرانی سے طے کر گیا ہے۔ یہ مصرع سخی صاحبؒ کے منہ سے فی البدیہہ بلا ارادہ نکلا جو ان کی خوشی کا غماز ہے۔ اس کے بعد سخی صاحبؒ نے آپ کو تصوف کی مزید باریکیاں اور مسائل سے آگاہ فرمایا اور چند پندو نصائح کے بعد رُخصت کیا۔[2]

اس واقعہ کے تقریباً دو ماہ بعد آپ کے مرشد اللہ کو پیارے ہوگئے۔[3]

جب آپ کو خبر ہوئی تو اپنے مریدوں کے جم غفیر کیساتھ فوراً بھلوال پہنچے۔ مرشد کی قبر پر ڈھائیں مار کر روئے۔ فاتحہ پڑھی اور قبر کی مٹی اپنے رخسار پر ملی۔ پھر سخی صاحبؒ کے عبادت والے حجرے میں مراقبہ کیا۔ بیٹھے بیٹھے حالت غیر ہونے لگی۔ چہرے کا رنگ سرخ اور کبھی زرد ہونے لگا۔ مریدوں نے چار پائی پر لٹا دیا۔ آپ نے دوستوں اور مریدوں کو حجرے سے باہر بھیج دیا۔ شیخ نور محمد سیالکوٹی فرماتے ہیں کہ میں پاس ہی بیٹھا رہا آپ نے منہ کپڑے سے ڈھانپ لیا۔ اگرچہ سردی کا موسم تھا لیکن

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص124

2- ایضاً ص125

3- ایضاً

نوشہ صاحبؒ کا جسم پسینے سے شرابور تھا یہاں تک کہ پسینے کے قطرے زمین پر گرنے لگے۔ کچھ دیر بعد آپ اُٹھ بیٹھے اور فرمانے لگے'' اللہ کا شکر ہے کہ مرشد کی بارگاہ میں ہماری نوکری قبول ہوگئی ہے''[1] بعد ازاں سخی صاحبؒ کے دونوں بیٹوں شیخ تاج محمودؒ اور شیخ رحیمؒ داد کو پاس بلایا۔ اُن کی حالت کو خاص نظر سے دیکھا پھر اُن کے لئے دعا فرمائی۔ سخی صاحبؒ کے بڑے صاحبزادے شیخ رحیم دادؒ (جو شریعت کے حد درجہ پابند اور ظاہری و باطنی علوم میں بلند درجے کے حامل تھے) کو سجادہ نشین مقرر کرکے دستار بندی کی۔[2] پھر چند دن مرشد کی درگاہ میں قیام کرکے واپس نوشہرہ تارڑاں آ گئے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے میں مصروف ہو گئے۔

اخلاق و عادات

دنیا میں انسان کی اصل شناخت اُس کے اوصاف ، اخلاق اور قول و فعل ہوتے ہیں۔ کسی شخص کو اُسکے مختلف پہلوؤں اور اوصاف کی بنا پر اُسے اعلیٰ شخصیت قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایک عام انسان ہر پہلو سے اس قدر مکمل نہیں ہوتا کہ اُسے ہر طبقہ فکر کے لوگ پسند کریں اور افضل سمجھیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر زمانے میں کسی شخصیت کا اعلیٰ معیار زہد و تقویٰ تسلیم کیا گیا ہے تو دوسرے زمانے میں سخاوت کو اعلیٰ معیار قرار دیا گیا ہے۔ کبھی حقانیت ، کبھی شاہانہ زندگی اعلیٰ شخصیت کے معیار ٹھہرے۔ ہم اگر کسی بھی نوع کا معیار مقرر کرلیں تو نوشہ گنج بخشؒ کی زندگی اُس پر پوری اترتی ہے۔ اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ نوشہ صاحبؒ نے اپنی زندگی کو رسول اکرم ﷺ کی مبارک زندگی کے سانچے میں ڈھال رکھا تھا۔ انہوں نے خود

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص126

2- ایضاً ص127

فرمایا'' طریقِ من طریقِ سنتِ نبوی است''(1) سلسلہ نوشاہیہ کی مآ خذ کتب تذکرہ نوشاہی ،ثواقب المناقب ، کنز الرحمت ،تحائف قدسیہ ،گلزارنوشاہی اورمناقبات نوشاہی میں آپ کے اوصاف حمیدہ نہایت تفصیل سے بیان کئے ہیں ۔ یہاں اُن سب کا احاطہ کرناممکن نہیں ۔ البتہ اُن کی روح اور لب لباب پیش کیا جا سکتا ہے تا کہ نوشہ صاحبؒ کی شخصیت کے چندایک نمایاں پہلو ہمارے سامنے واضح ہوسکیں ۔ ہر حال میں سچ بولنا، سچ کا ساتھ دینا اور جھوٹ سے نفرت کرنا آپ کی زندگی کا اصول تھا۔ آپ خود فرماتے ہیں:

کیہ لےسیں سچیا کوڑتھوں　　　کجھ چانن ہوئے نہ دھوڑتھوں
کیہ لےسیں سچیا کوڑتھوں (2)

آپ بلند مرتبہ عالم تھے۔مگرعلم بےعمل کو درخوراعتنانہ سمجھتے۔ مساکین اور یتیموں کے ساتھ پیار کرتے ۔ دنیا دار اور مالدار سے دور رہتے ۔ در پر آئے سوالی کو خالی نہ لوٹاتے ۔ مسافروں کے لئے لنگر اور رہائش کا انتظام کرتے ۔ حلال کی کمائی پر یقین رکھنا اور اُس سے اپنی اور اپنے خاندان کی پرورش کرنا آپ کا معمول تھا۔تجارت آپ کا پسندیدہ ذریعہ معاش تھا۔(3) محنت اور مزدوری میں فخرمحسوس کرتے ۔توکل ،صبر ،شکر ، ایمان پر استقامت ،سخاوت ،خیرات کا حکم ،فضول خرچی اورفصول باتوں سے پرہیز ، میانہ روی کو پسند فرماتے ۔ ہمسایوں سے بھائیوں جیسا سلوک کرتے ۔ مسافروں اور سائلوں کی خدمت خلوص اور لالچ کے بغیر کرتے تھے۔نوکروں اور خدمت گزاروں پر احسان کرنا،فخر اورغرور کی برائی ، وعدے کی پابندی، ایثار ،تحمل دشمنوں سے درگزر کرنا، نمودونمائش سے دور رہنا آپ کی عادت تھی ۔ اپنا کام خود کرتے ۔ نذر نیاز قبول کرتے

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 201
2- مواعظ نوشہ (مرتب) شرافت نوشاہی، تاج بکڈپو لاہور 1968ء ص 50
3- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 277

اورغریب غربا میں تقسیم کر دیتے تھے۔مہمان کی آمد سے خوش ہوتے۔مہمان کی خاطر و مدارات آپ خود کرتے۔ بیماروں کی بیمار پرسی کرتے، پڑوسیوں کے دکھ درد میں شریک ہوتے۔کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتے اور سائلوں کی ہرممکن امداد کرتے تھے۔ مریدوں کومرید کی بجائے دوست اور ساتھی سمجھتے تھے۔انہیں اللہ والیو اور یار کے الفاظ سے مخاطب کرتے تھے۔کسی کی غلطی پر غصے میں نہ آتے، بلکہ کھلے دل کے ساتھ معاف کر دیتے۔ رات کو تنہائی میں چھپ کر عبادت کرتے تھے۔ علماء کی حد درجہ عزت کرتے۔اگرکوئی حق کی تلاش میں اُن کے پاس آتا اسکی مکمل راہنمائی فرماتے۔ ہمیشہ سنجیدگی اور عقلمندی کی بات کرتے تھے۔آپ کی گفتگو میں متانت اور اخلاص کی خوشبو ہوتی تھی۔آہستہ کلام کرتے تھے۔اس لئے ہر ایک آپ کی دیانتداری، سادہ مزاجی، نرم طبیعت، اچھے اخلاق اور بخشش کا قائل تھا۔

مہمان نوازی

آپ کی زندگی عملی طور پر اخلاق محمدیﷺ کا بہترین نمونہ تھی۔طبیعت میں نرمی اور حلیمی تھی۔ ہر کسی سے نیکی کرتے۔مہمان کی خدمت خود کرکے دلی خوشی محسوس کرتے۔سلسلہ نوشاہی کی ماخذ کتب میں اس قسم کے کئی ایک واقعات درج ہیں جن سے آپ کی فیاضی، مہمان نوازی، اور دریا دلی کا پتا چلتا ہے۔آپ بچپن سے ہی بے حد فراخدل تھے۔تذکرہ نوشاہی میں لکھا ہے:

"در اوائلِ زمانہ طریق حضرت صاحبؒ ایں بود کہ اگرفقیر یا مسافران در مسجد آمدند، چیزے از خانہ خود گرفتند، خدمت مسافراں می کردند۔"(1)

آپ مہمان کو اپنے ڈیرے پر رکھنے کی حتی المقدور کوشش کرتے اور اُسکی زیادہ سے زیادہ خدمت کرتے۔اگرکوئی مسافر یا درویش مسجد میں رہنا پسند کرتا تو اُس

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص195

کے کھانے کا انتظام اپنے گھر سے کرتے تھے۔ جس طرح علامہ شیخ جمال اللہ [1] کے بارے میں ایک واقعہ تذکرہ نوشاہی میں درج ہے کہ ایک مرتبہ وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ مسجد میں قیام پذیر ہوئے تو آپ نے اُن کے لئے کھانا گھر سے بھیجا۔

''خوب طعام برائے شما من خواہم فرستاد، وطعام در مسجد فرستادند''[2]

آپ کے دستر خوان پر اگر کوئی غیر مسلم بھی آ جاتا تو اسکی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑتے۔

سخاوت

آپ کی سخاوت کی یہ کیفیت تھی کہ جو نذر نیاز آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی تھی اُسے فوراً غربا میں تقسیم کر دیتے تھے بلکہ سوالی کے سوال کرنے سے پہلے ہی اُس کا سوال پورا کر دیتے تھے۔ تا کہ اُسے سوال کرنے کی زحمت اور شرمندگی نہ اٹھانا پڑے۔ ہر شخص کی خواہش کے مطابق اُسکے دامن میں کچھ نہ کچھ ضرور ڈال دیتے تھے۔ اگر کوئی باطنی طلب لے کر آتا تو آپ اس کی طلب پوری کرتے اور ہمیشہ توکل اللہ کرتے تھے۔

توکل پسندی

درویشوں کی اولین صفت توکل پسندی ہے۔ سچا درویش ہمیشہ توکل پسند ہوتا ہے۔ اگر نہ ملے تو شکوہ نہیں کرتا، اگر مل جائے تو ضرورت پوری کرنے کے بعد زائد چیز ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ کبھی لالچ نہیں کرتا۔ یہی توکل ہے۔ آپکی توکل پسندی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے بڑے صاحبزادے

1- چشتی سلسلے سے منسلک تھے۔ موضع کیلیانوالی گجرات میں مدرس تھے۔

2- تذکرہ نوشاہی ص 176

برخوردار صاحبؒ کی خوش خطی دیکھ کر نواب سعد اللہ خان [1] نے اُن کو حکومت میں کوئی اچھا عہدہ دلانے کی پیش کش کی۔ مگر نوشہ صاحبؒ نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی:

''اے فرزند۔ منصب داران معبود را لائق نیست کہ منصبِ عبد اختیار کنند بخانہ برخواستہ بیائند'' [2]

بدست آہک تفتہ کردن خمیر   بہ از دست بستن بہ پیشِ امیر

نماز کی پابندی

نوشاہیہ سلسلے کی کتب سے پتا چلتا ہے کہ آپ پانچ وقت کی نماز باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ کبھی آپ خود امامت کراتے تھے اور کبھی مقتدی بن کر نماز پڑھتے تھے۔ اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو ہمیشہ نماز پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی شہرت چند دنوں میں دُور دُور تک پھیل گئی۔ آپ ہمیشہ یہی فرمایا کرتے تھے کہ جو دین اور شریعت کی پابندی کرے گا اُسے دین اور دنیا کی نعمتیں حاصل ہوں گی۔ اس کے بغیر قرب الٰہی ناممکن ہے۔ ان باتوں کا ذکر آپ کی پنجابی شاعری میں جگہ جگہ ملتا ہے:

سچی شرع رسول دی غیر شرع سب جھوٹھے   نوشہ کہے غیر شرع نوں نہیں خیر وچ ٹھوٹھے [3]
کم نہ ہووے شرع بن دینی دنیائی   باجھ شریعت منیاں کیہی فقرائی
پنج نمازاں پنج وقت پنجے رُکن اسلام   سچا سدھا ہوئیکے جھک جھک کر سلام

1- نواب سعد اللہ خان 1050ھ/ 1640ء، 13 سال جلوس شاہجہانی ملازمت میں آئے۔ منصب ہفت ہزار سات ہزار ذات پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ۔ وفات 30 سال جلوس 1067ھ/ 1656ء بحوالہ شاہجہان نامہ جلد 3 ص 870

2- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 247

3- گنج شریف پنجابی ص 266 , 265

گنج بخش خطاب کی وجہ

آپ بے حد سخی اور فیاض تھے۔ ہر کسی کی اعانت فرماتے اور غرض پوری کرتے تھے۔ آپ کی عالی ظرفی کے پیش نظر آپ کے مرشد نے آپ کو گنج بخش کا خطاب عطا فرمایا۔[1] آپ کی اس خوبی کے باعث لوگوں نے آپ کو گنج بخش کہنا شروع کر دیا۔ اسی لئے آپ گنج بخش کے نام سے مشہور ہوئے۔ تین سو برس کے بعد لوگ آج بھی آپ کو اسی نام سے یاد کرتے ہیں۔

اسلام کی تبلیغ

اسلامی تاریخ کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ ہندوستان میں تبلیغ اسلام اور اشاعت اسلام میں جس قدر خدمات صوفیاء اور درویشوں نے انجام دیں کسی بادشاہ سے بھی نہ بن پڑیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہندوستان کے باشندوں کو تلوار سے نہیں بلکہ عمدہ اخلاق، پیار، ہمدردی، سخاوت اور بھائی چارے سے مشرف بہ اسلام کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ مقامی آبادی میں سے سب سے پہلے وہی لوگ اسلام کی طرف راغب ہوئے جو حکمرانوں کے ظلم وستم، مذہبی راہنماؤں کی تنگ نظری، تنگ دلی، طبقاتی تقسیم اور غیر فطری رویوں، ذات پات کے خود ساختہ نظام سے تنگ تھے اور باعزت زندگی گزارنے کے لیے ترس کر رہ گئے تھے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلمان مشائخ اور صوفیائے کرام نے دو اہم کارنامے انجام دیئے ایک دین اسلام کی اشاعت اور دوسرے معاشرے کو دینی بنیادوں پر مستحکم اور مضبوط بنانا۔ ان دونوں کارناموں کی بدولت اسلام کی روشنی دنیا کے اُن دور دراز علاقوں تک پہنچ گئی جہاں عام حالات میں انسان کا پہنچنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن سمجھا جاتا تھا۔ صوفیائے کرام نے لوگوں کو ایک خدا، ایک رسول ﷺ اور ایک قرآن کی تعلیم دی اور ساتھ ساتھ اُن کی تہذیب وتمدن کو اسلامی

3- ہفتاد اولیا جلد اول ص 423

بنیادوں پر استوار کیا تا کہ وہ انسانیت کی معراج پر پہنچ کر ''حضرتِ انسان'' کی تخلیق کی غایت سمجھ کر زندگی اُس کے مطابق گزار سکیں۔ مگر سب سے زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ ہر دور کے عموماً اور حضرت نوشہؒ کے دور کے خصوصاً مؤرخین نے سارا زور سیاسی تاریخ لکھنے پر صرف کر دیا اور صوفیائے اسلام کے کارناموں کو قصداً نظر انداز کر دیا۔ اگر کسی مؤرخ نے اس طرف دھیان دیا بھی ہے تو صرف چند سطور میں احوال و مقام سے بات آگے نہ بڑھی چنانچہ دینی خدمات سے چشم پوشی کی۔ اس کوتاہی کے نتیجے میں جہاں بے معنی تعصب کی کونپلیں اور شگوفے پھوٹے وہاں مغربی مستشرقین کے خیالات کی اندھا دھند تقلید کی بیماری نے ہماری سوچ کو مفلوج کر دیا اور غلط فہمیوں کے جال میں الجھا دیا اس آلودہ اور دھندلائی ہوئی فضا میں صوفیائے اسلام کے کارنامے اور انکی شخصیات دھندلا کر رہ گئیں۔

ہمارے خیال میں صوفیاء کی دینی کوششوں اور کارناموں سے اغماض کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خود صوفیاء دنیاوی نمود و نمائش کے قائل نہ تھے۔ ظاہر داری اُن کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتی تھی اور اس بات پر اُن کا پختہ ایمان اور یقین کامل تھا کہ ''كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت'' اور ''كُلُّ شَيٍّ يَرْجِعٌ عَلٰى اصلهٖ'' اس لئے انہوں نے اپنے کارناموں کو اپنی زندگی میں تحریری یا زبانی محفوظ کرنے کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی۔ حقیقت یہ ہے کہ اُن کی ذمہ داری بھی نہ تھی۔ یہ کام اُس دور کے ادیبوں اور مؤرخین کا تھا جسکی طرف انہوں نے کوئی دھیان نہ دیا۔ البتہ چند عقیدت مندوں نے اپنی محبت کے سبب چند سُنی سنائی کرامتوں کو ضرور محفوظ کر لیا۔ لیکن وہ عقیدت کے نشے میں من گھڑت قصے اور فرضی کرامتوں کا اصل کارناموں سے تقابل نہ کر سکے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان سے منسوب من گھڑت قصے اور فرضی کرامات کی بنیاد پر جدید دور میں ان کے اصلی کارناموں اور حقائق کو بھی شک و شبہ کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔ بعد میں آنے والے زمانے میں مؤرخین کو بے حد دشواری کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ اُن کے لئے فرضی

کارناموں اور اصلی کارناموں میں امتیاز کرنا مشکل مسئلہ بن گیا۔ جن تاریخ دانوں نے اس شیشہ گری کے کارخانے میں پاؤں دھرا، اُن کو قدم قدم پر احتیاط سے کام لینا پڑا۔

یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ صوفیائے کرام نے اللہ تعالیٰ کے سچے دین اور مخلوق خدا کی خدمت کسی دنیادی لالچ کے بغیر کی۔ وہ ہمیشہ دنیاوی شان و شوکت سے دور رہے۔ بادشاہان وقت اُن کی خدمت میں پیدل چل کر حاضر ہوتے مگر اُن درویشوں نے نہ تو شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اپنائے اور نہ ہی مخلوق خدا سے تعلق توڑا۔ وہ اپنا زیادہ وقت یادالٰہی اور تبلیغ اسلام میں صرف کرتے۔ اُن کی زندگی کا پہلا اور آخری مقصد یہی تھا کہ دین کی تبلیغ کے ذریعے رضائے الٰہی حاصل کی جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے بہت سے صوفیاء نے اپنے پیرومرشد کے حکم سے گھر بار چھوڑ کر جنگلوں، ویرانوں اور صحراؤں میں ڈیرے لگائے اور جنگل میں منگل کر کے دکھایا۔ جیسے حضرت داتا گنج بخشؒ افغانستان سے لاہور تشریف لائے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ مدینہ شریف سے ہوتے ہوئے ہندوستان آئے اور اجمیر شریف میں ڈیرے لگائے۔ حضرت بختیار کاکیؒ نے انکی تعلیمات کو دُور دُور تک پھیلایا۔ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل میں پہلے ہانسی پھر اجودھن (پاکپتن) کے ویرانے میں ڈیرے لگائے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ، حضرت میراں حسین زنجانیؒ، حضرت عبدالعزیز المشہور پیر مکیؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت بختیار کاکیؒ، حضرت بابا فرید گنج شکرؒ، حضرت نظام الدین اولیاءؒ اور حضرت صابر کلیریؒ جیسے کئی اور بزرگان دین کے ہاتھوں ان گنت ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ ان بزرگوں نے تبلیغ اسلام کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اُس میں روز بروز ترقی ہوتی رہی اور فروغ حاصل ہوتا رہا۔ چنانچہ دسویں گیارھویں صدی ہجری میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ پہلے سے زیادہ زوروں پر دکھائی دیتا ہے۔

گیارہویں صدی ہجری کے صوفیاء میں سے حضرت میاں میرؒ (م 1045ھ)[1]

1- سکینۃ الاولیا اردو ترجمہ ص 123

دہلی میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م 1051ھ)[1] سرہند میں حاجی نعمت اللہ سرہندی (م 1017ھ)[2] میاں نتھا مرید میاں میرؒ (م1027ھ)[3] ملا شاہ بدخشی[4]، حاجی مصطفےٰ سرہندی[5] (م 1059ھ) لاہور میں ملا گجر حامدؒ (م 1044ھ)[6] ملا ابراہیم روحی (م 1025ھ)[7]، کشمیر میں حاجی صالح کشمیری (م 1045ھ)[8]، کلانور میں حضرت ملا عبدالغفور[9]، آگرے میں قاضی عیسیٰ[10]، دہلی میں شیخ احمد دہلوی[11]، لاہور میں شاہ ابولمعالی[12]، شیخ عبدالغنی (م 1057ھ)[13]، سیالکوٹ میں ملا عیسیٰ[14]، گجرات میں ملا ابوبکر (م 1049ھ)[15]، شاہ دولا دریائی اور شاہ حسین[16] کے علاوہ گجرات کے آس پاس اور بہت سے بزرگان دین اشاعت اسلام کے فرائض انجام دینے میں مصروف تھے۔ جیسے گجرات کے قصبہ مگھووال میں میاں حسو تارڑ اور میراں

1- خزینۃ الاصفیا ص 247
2- ایضاً۔ ص 157
3- سکینۃ الاولیاء ص 166
4- حضرت میاں میر کے خلیفہ اور داراشکوہ کے مرشد
5- سکینۃ الاولیاء ص 167
6- ایضاً ص 168
7- ایضاً ص 169
8- ایضاً ص 174
9- ایضاً ص 175
10- ایضاً ص 178
11- ایضاً ص 257
12- ایضاً ص 259
13- ایضاً ص 277
14- ایضاً ص 283
15- ایضا ص 283
16- تذکرہ نوشاہی ص 115

سید شریف خوارزمی، تخت ہزارے میں شاہ حسام الدین، جا گوتارڑ میں میاں طاہر اور میاں مانا، کھارا مانگٹاں میں سلیمان چدھڑ، کیلیانوالہ میں شاہ عبدالسلام، چک گھوگہ کھوکھر میں شاہ عبدالرحمٰن بخاری المشہو رجتی شاہ، ورپال میں مسکین قلندر اور دیوان ابراہیم [1] وغیرہ اور جھنگ شورکوٹ کے علاقے میں حضرت سلطان باہوؒ(م 1102ھ)[2] بڑے زور شور کیساتھ اپنے اپنے علاقے میں تبلیغ کا فریضہ ادا کر رہے تھے۔ ہزاروں لوگوں نے ان پاکیزہ ہستیوں سے ایمان کا نور حاصل کیا اور اپنے دل کے ظلمت کدہ میں محبت الٰہی کا ہمیشہ روشن رہنے والا چراغ جلایا۔ لیکن گجرات شہر سے جانب مغرب دور افتادہ گاؤں موضع نوشہرہ تارڑاں میں بیٹھے حضرت نوشہ گنج بخشؒ نے اپنے مرشد حضرت سخی شاہ سلیمان نوریؒ کے حکم سے اسلام کی تبلیغ کا کام ایسے خوبصورت اور عمدہ انداز سے شروع کیا کہ اسلام کے اس آفتاب کی کرنیں نہ صرف گجرات کے علاقہ میں بلکہ پورے پنجاب اور کابل قندھار تک کے لوگوں کے دلوں میں روشنی پھیلانے لگیں۔ مگر نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے تذکرہ نگاروں نے جہاں دیگر صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ کے صرف ذکر اور کرامتوں کا حال بیان کیا ہے وہاں حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے دینی کارناموں سے اغماض کیا ہے۔ کئی مورخین اور تذکرہ نگاروں نے آپ کا ذکر کرنا بھی مناسب نہیں جانا اور جنہوں نے آپ کے متعلق لکھا ہے،[3] انہوں نے بھی آپ کا صرف نام اور کرامتوں کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ نوشہ گنج بخشؒ کی ذات نے اپنے بہت سے ہم عصر صوفیاء اور مبلغین اسلام سے کئی گنا زیادہ اسلام کی خدمت انجام دی ہے۔ سب سے پہلے آپ نے اپنی زندگی کو حضور رسالت مآب ﷺ کی پاکیزہ زندگی کے مطابق ڈھالا اور اسلام کے اصولوں کی پابندی کا اعلیٰ نمونہ دوسروں کے سامنے پیش کیا۔

1- تذکرہ نوشاہی ص 115,116

2- مولا بخش کشتہ: پنجابی شاعراں دا تذکرہ لاہور 1960ء ص 80

3- ملاحظہ کیجئے تذکرہ اولیائے ہند۔ تحقیقات چشتی۔ خزینۃ الاصفیاء وغیرہ

اخلاق محمدیﷺ کا وہ بہترین نمونہ دکھایا کہ لوگ متاثر ہوکر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر مجبور ہوگئے اور بہت سے غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے۔ کیوں کہ آپ بخوبی جانتے تھے کہ اخلاق کریمہ کے ہتھیار سے جتنی سرعت کے ساتھ دل فتح کئے جاسکتے ہیں تلوار یا کسی اور ہتھیار سے نہیں کئے جا سکتے۔ چنانچہ آپ نے سُچے اور اعلیٰ اخلاق کے ذریعے ان گنت لوگوں کو متاثر کیا۔ بقول پروفیسر آرنلڈ تقریباً دو لاکھ لوگوں نے آپ کی تبلیغ سے اسلام قبول کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

> It is difficult to obtain accurate information on account of the pecularly individualistic character of Muslim Missionary work and the absence of any central organisation or of any thing in the way of missionary reports, and the success that attends the labour of Muslim preachers is sometime much exaggerated, e.g, in the Punjab certain Haji Mohammad is said to have converted as many as 200,000 Hindus.(1)

فرانسیسی محقق گارساں دتاسی نے بھی اپنے خطبات میں اسی بات کو بیان کیا ہے۔(2)

آپ نے صرف مقامی طور پر ہی تبلیغ نہیں کی۔ یعنی تبلیغ کے دائرے کو گجرات تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے بہت سے مبلغین پیدا کئے جو ظاہری اور باطنی علوم سے مالا مال تھے۔ وہ لوگوں کی ظاہری اور باطنی بیماریوں کا علاج کرنے کی مکمل قدرت رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے خلفاء میں سے خواجہ محمد فضیل وحی کابلی کو افغانستان، سید شاہ محمد کو قندھار، حافظ طاہر کو کشمیر، شاہ فتاح دیوان اور شاہ محمد شہید کو پوٹھوہار کے علاقوں میں تبلیغ دین کے لیے بھیجا۔ ان مبلغین کی مساعی جمیلہ سے اُن

-1 Thomas Arnald: Preaching of Islam. P - 286

-2 خطبات گارساں دتاسی-خطبہ 16

علاقوں میں توحید اور اسلام کی شمع اس انداز سے روشن ہوئی کہ لوگ بڑی تعداد میں حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

پروفیسر آرنلڈ کی اس بات سے کہ ''ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ کے متعلق مسلمان صوفیاء کی کاوشوں کو غلو کیساتھ پیش کیا گیا ہے، نیز تبلیغ اسلام کا باقاعدہ کوئی مرکز نہ تھا'' ہمیں قطعاً اتفاق نہیں۔ کیونکہ گذشتہ اوراق میں ہم نے جن بزرگان دین اور مبلغین اسلام کا ذکر کیا ہے اُن کے علاوہ سلسلہ نوشاہیہ کے بزرگ شب و روز تبلیغ اسلام میں مصروف تھے۔ چنانچہ اس حقیقت سے انکار کسی صورت بھی ممکن نہیں کہ:

> ''حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی تعلیم و تربیت نے اُن کے خلفاء میں اتباعِ شریعت کی ایسی روح پھونکی تھی کہ ان کی روشنی نے پوری دنیا کو منور کر دیا۔ اگر وہ ایک طرف جید عالمِ دین، محدث اور فقیہہ تھے تو دوسری طرف قطبِ وقت اور عارف کامل بھی تھے۔ اُن کی توجہ میں یہ تاثیر تھی کہ ایک ہی نظر میں کایا پلٹ دیتے تھے۔''[1]

ان بزرگوں میں سے شیخ محمد ہاشم دریا دل [2] بن حضرت نوشہ گنج بخشؒ،

1- نوشہ پیر ص 75

2- نوشہ صاحبؒ کے چھوٹے بیٹے عالم فاضل، پرہیز گار تھے۔ ملا عبدالحکیمؒ سیالکوٹی سے علم حاصل کیا۔ مولوی عبداللہ لاہوریؒ سے بھی کسب فیض کی روایت ملتی ہے۔ اُن کی پرہیز گاری سے متاثر ہو کر ملا عبدالحکیمؒ سیالکوٹی نے نوشہ صاحبؒ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تو نوشہ صاحبؒ خود بغرض ملاقات سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ (تذکرہ نوشاہی قلمی ص 325)
نوشہ صاحبؒ کی وفات کے بعد کئی مریدوں کی تربیت کی۔ سورج پرستوں کی بڑی جماعت نے آپ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ (نوشہ گنج بخش ص 104)
اپنے زمانے کے محدث تھے۔ سخاوت کی وجہ سے دریا دل مشہور تھے۔ سماع کا شوق تھا۔ اکثر وجد طاری رہتا تھا۔ (تحقیقات چشتی ص 249 پر نام ہاشم دریائی لکھا ہوا ہے جو غلط ہے۔ وفات 1092ھ/ 1683ء بحوالہ شریف التواریخ جلد دوم حصہ دوم جو غلط ہے۔ حالات و واقعات سے تاریخ وفات 1111ھ/ 1699ء ثابت ہوتی ہے۔

شیخ برخوردار [1] بن حضرت نوشہ گنج بخشؒ، شاہ عبدالرحمان پاک [2] المعروف پاک رحمان بھڑی والے، پیر محمد سچیار نوشہروی [3]، شیخ رحیم داد [4] بن سخی شاہ سلیمان نوریؒ، شیخ تاج محمود [5] بن سخی شاہ سلیمان نوری بھلوالی، خواجہ فضیل وحی کابلی [6]، سید صالح محمد [7]، شیخ صدر الدین [8]

1- نوشہ صاحبؒ کے بڑے بیٹے تھے عبداللہ لاہوریؒ اور کنجاہ کے قاضیوں سے تعلیم حاصل کی نواب سعد اللہ خان نے شاہی ملازمت پیش کی۔ قبول نہ کی، شریعت کے پابند تھے۔
بحوالہ شریف التواریخ جلد دوم حصہ دوم ص 206 وفات 1093ھ/ 1682ء۔ خزینۃ الاصفیا میں سال وفات 1130ھ/ 1717ء درج ہے ہمارے خیال میں سال وفات 1110ھ/ 1697ء ہونا چاہیے۔

2- ولادت ضلع گوجرانوالہ کے گاؤں بھڑی ہراواں میں ہوئی۔ ولدیت میاں سہالی۔ بچپن سے جوانی تک نوشہ صاحبؒ کی صحبت میں رہے۔ قاضی القضاۃ قاضی عبدالرحمٰن مفتی اعظم لاہور آپ کے مرید تھے۔ بحوالہ تحائف قدسیہ ص 218۔ وفات 1115ھ/ 1703ء مزار بھڑی شاہ رحمان نزد حافظ آباد

3- نام پیر محمد لقب سچیار، آبائی وطن موضع نڑالی تحصیل گوجر خان، یہ گاؤں کالوقوم ہندو کے بانی نارو نے 482ھ میں آباد کیا تھا۔ (بحوالہ وجہ تسمیہ دیہات پرگنہ وان گلی فارسی (قلمی) 1176ھ مصنف برج ناتھ قانونگو پرگنہ وان گلی مملوکہ راجہ محمد اسلم خان آف بکوالہ ضلع جہلم) قوم گکھڑ حضرت میاں میر کے حکم سے نوشہ صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے۔ (ماہنامہ القادر نوشاہی) گورداسپور مئی 1925ء ص 16) سچیار کا لقب مرشد نے عطا کیا۔ آٹھ ہزار احادیث کے حافظ، صاحب کرامت۔ نوشہ صاحبؒ نے اپنے ملفوظات، چہار بہار اور اردو پنجابی شاعری میں اکثر مقامات پر انہی کو مخاطب کیا ہے۔ پیرے شاہ غازی قلندر کھڑی شریف اور سید شاہ محمد غوث نے ملاقات کی۔ بحوالہ کنز الرحمت چھتی ہزار افراد نے کسب فیض کیا۔ وفات 1120ھ/ 1707ء (تحائف قدسیہ ص 246)۔ مزار نوشہرہ میانہ گجرات سالانہ عرس 3 تا 5 ربیع الاوّل

4- وفات 1115ھ/ 1703ء بحوالہ خزینۃ الاصفیا ص 279 مزار بھلوال

5- وفات 1123ھ/ 1711ء بحوالہ خزینۃ الاصفیا ص 191۔ مزار بھلوال

6- سادات کے چشم چراغ۔ پہلے نعمت اللہ شاہ نقشبندی اور پھر نوشہ صاحبؒ سے سلسلہ ارادت قائم کیا۔ جشن نوروز کے موقع پر داراشکوہ نے ان کے ہاں حاضری دی (تذکرہ نوشاہی ص 345) وفات 1111ھ/ 1699ء۔ مزار بنی حصار کابل

7- گیلانی سید۔ مشہور فارسی شاعر غنیمت کنجاہی کے مرشد۔ وفات 1118ھ/ 1706ء مزار چک سادہ گجرات

8- وفات 1120ھ/ 1707ء بحوالہ خزینۃ الاصفیا ص 283۔ مزار موضع رکھ چٹھہ ضلع گوجرانوالہ

المعروف شاہ صدر دیوان ، سید شاہ محمد شہید[1] ، حافظ محمد معموری[2] ساکن موضع ہیلاں گجرات ، قاضی خوشی محمد کنجاہی[3] ، قاضی رضی الدین کنجاہی[4] ، شیخ نور محمد سیالکوٹی[5] شیخ محمد تقی[6] ،

1- سادات بھاکری۔ 30 برس نوشہ صاحبؒ کی خدمت میں رہے۔ رہتاس کو مرکز تبلیغ بنایا۔ صاحب کرامت تھے۔ وفات 1103ھ/ 1691ء ۔ مزار رہتاس

2- منہاج راجپوت۔ قصبہ ہیلاں گجرات کے قاضی رہے۔ تقویٰ پرہیز گاری اور علمیت کے باعث نوشہ صاحبؒ نے داماد ہونے کا شرف بخشا اور اکلوتی بیٹی سائرہ خاتون کا نکاح ان سے کیا۔ صاحب کرامت تھے۔ وفات 1108ھ/ 1697ء ۔ مزار ہیلاں گجرات

3- کنجاہ کے قاضی تھے۔ فتویٰ جاری تھا۔ سرکار کی طرف سے معقول تنخواہ اور جاگیر ملی تھی۔ بعد میں سیالکوٹ کے قاضی مقرر ہوئے۔ (تذکرہ شعرائے پنجاب ص 195)

ہندی ، فارسی اور پنجابی کے شاعر تھے۔ وفات 1127ھ (بقول غلام سرور لاہوری خزینۃ الاصفیا۔ جلد اول ص 193)

4- قاضی خوشی محمد کے چھوٹے بھائی ، تخلص رضی ، گجرات کے قاضی رہے۔ (تذکرہ نوشاہی ص 362) مزار کنجاہ میں ہے۔ تذکرہ نوشاہی میں آپ کا نمونہ تحریر بھی شامل ہے۔ اعلیٰ علمی ادبی ذوق کے مالک، قصیدہ بردہ کی شرح لکھی، نوشہ صاحبؒ کی مدح میں کئی نظمیں لکھیں۔ وفات 1113ھ/ 1701ء ۔ مفتی غلام سرور نے نام رُکن الدین وفات 1152ھ لکھی۔ (خزینۃ الاصفیاء ص 202) جو غلط ہے۔ مزار کنجاہ سے بجانب مشرق گجرات روڈ پر قاضی خوشی محمد کے پہلو میں

5- آبائی وطن نوشہرہ تارڑاں ۔ بچپن سے جوانی تک نوشہ صاحبؒ کی خدمت میں رہے۔ سیالکوٹ میں تبلیغ کی ۔ رسالہ الاعجاز کا مصنف مرزا احمد بیگ انہی کا مرید تھا وفات 1104 تا 1107ھ مزار محلّہ رنگ پور سیالکوٹ

6- اصل نام مرزا الف بیگ قوم ترک ، نوشہ صاحبؒ کی صحبت میں 13 سال حالت مجذوبی میں رہے۔ بعد ازاں نوشہرہ مغلاں ضلع گجرات میں تبلیغ کی ۔ وفات 1133ھ/ 1720ء

شاہ فتاح دیوان [1] ، شیخ مٹھا مجذوب [2] ، شیخ نانک مجذوب [3] ، شیخ اسماعیل [4] ، سید عبداللہ مجذوب بخاری [5] ، حافظ طاہر کشمیری [6] اور شیخ اللہ داد [7] زیادہ مشہور ہیں، جنہوں نے نوشہ گنج بخشؒ سے ظاہری اور روحانی تربیت حاصل کر کے نوشہ صاحبؒ کے تبلیغی مشن کو فروغ دیا۔ نوشہ صاحبؒ نے اپنے خلفا کو مندرجہ ذیل خاص ہدایت فرما رکھی تھی کہ:

''اے میرے دوستو! بلاد و احصار بعیدہ میں جا کر گمراہوں کو ہدایت کیا کرو''[8]

1- اصل نام فتح محمد، جموں کے رہنے والے تھے۔ ریاست جموں، میر پور، ساگری میں تبلیغ کی۔ نوشہ صاحبؒ نے خود بلا کر روحانی فیض عطا کیا۔ نوشہ صاحبؒ کی وفات کے بعد اُن کے بیٹے ہاشم دریا دلؒ سے تربیت حاصل کی۔ کئی باغ بنوائے، کنویں لگوائے ۔ فتح خاں گکھڑ (حاکم دان گلی) اصالت خان گکھڑ (فوجدار معظم نگر) آپ کے مرید تھے۔ وفات 1119ھ/ 1707ء میں مزار موضع ساگری ضلع جہلم میں ہے۔

2- قاضی خوشی محمد اور قاضی رضی الدین کے برادری میں بھائی تھے۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ وفات 1115ھ/ 1703ء مزار کنجاہ ضلع گجرات میں ہے۔

3- صاحب حال بزرگ تھے۔ (وفات 1133ھ خزینۃ الاصفیا۔ ص 442) مزار موضع کلا سیکے چیمہ ضلع گوجرانوالہ

4- سیالکوٹ کو تبلیغ کا مرکز بنایا۔ مزار کوٹلی جلال (سیالکوٹ) تاریخ وفات نامعلوم

5- سادات بخاری۔ شیخ فرید بخاری (مرتضی خاں) کے نبیرہ تھے۔ (شاہجہان نامہ جلد نمبر 3، ص 895) ہفت صدی منصب دار تھے۔ الاعجاز کا مصنف لکھتا ہے کہ (خدا کسے طالعمندے را ایں حالت نصیب کردہ باشد کہ ایشاں راشُد) وفات 1131ء (خزینۃ الاصفیا۔ ص 441)

6- حافظ قرآن تھے۔ پہلے ملا شاہ بدخشی کے عقیدت مند تھے پھر نوشہ صاحبؒ کے ہوئے۔ ہندوؤں کے ایک گروہ کو مسلمان کیا۔ مرشد کے حکم سے کشمیر کو تبلیغ اسلام کا مرکز بنایا۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ وفات 1097ھ/ 1686ء (شریف التواریخ جلد نمبر 3 حصہ اول ص 265)

7- حضرت پاک رحمٰن کے بڑے بھائی تھے۔ سخی مہمان نواز اور پاکباز۔ وفات 1114ھ/ مزار بھڑی پاک رحمٰن۔

8- پروفیسر علم الدین سالک (سابق وائس پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور) مضمون نوشہ گنج بخشؒ مطبوعہ روزنامہ حالات 22 مارچ 1963ء

پنجاب سے باہر کشمیر میں حافظ طاہر، مجذوب بخاری اور کابل میں سید محمد فضیل وحی کو بھیجا گیا۔ مذکورہ بالا تمام صوفیاء اور مبلغینِ اسلام کی ظاہری اور باطنی تربیت حضرت نوشہ صاحبؒ نے خود کی تھی۔ پنجاب کی سرزمین میں باہر سے بے شمار مبلغین تشریف لاتے رہے ہیں۔ لیکن پنجاب کے کسی تبلیغی مرکز سے بیرونی علاقوں میں مبلغین کا بغرض تبلیغ تشریف لے جانا شاید حضرت نوشہ صاحبؒ کے عہد سے شروع ہوا۔ نوشہ صاحبؒ کی ان دینی خدمات اور اشاعت اسلام کے لئے کاوشوں کے پیش نظر آفتاب پنجاب ملا عبدالحکیم سیالکوٹی (وفات 1067ھ/ 1656ء) نے نوشہ صاحبؒ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا اور بوقت ملاقات حد درجہ احترام وعزت سے پیش آئے۔ بقول صاحب تذکرہ نوشاہی:

''چوں صاحبزادہ از تحصیل فارغ شدند۔ مولوی عبدالحکیم را اشتیاق دیدن حضرت شاہ بسیار شد و پیش صاحبزادہ مذکور کرد کہ مارا ذوقِ دیدنِ حضرت شاہ بسیار است۔''[1]

اس حوالے سے واضح ہوتا ہے کہ نوشہ صاحبؒ کی ذات ایک مرکزی سوسائٹی کی حیثیت رکھتی تھی۔ جنہوں نے ساری زندگی تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر دی تھی۔ اُن کی ان خدمات کا اعتراف ہر دور کے ادباء اور محققوں نے کیا ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی لکھتے ہیں:

''آپ نے اسلام کی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بے شمار غیر مسلم آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوکر داخلِ اسلام ہوئے۔ حضرت نوشہ گنج بخشؒ اور آپ کے خلفاء کے حالات میں محمد ماہ صداقت نے ثواقب المناقب ترتیب دی ہے۔ اسکی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوشہ صاحبؒ اور آپ کے خلفاء کے ہاتھ پر اسلام لانے

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص 324

والوں کی تعداد کافی تھی۔ اسی طرح شاہ محمد غوث کی کتاب میں بھی حضرت نوشہ گنج بخش اور آپ کے خلفاء کی سرگرمیوں کا حال ملتا ہے۔ وہ کام جو مسلمانوں کے تین سو برس کے اقتدار سے بھی نہ ہو سکا۔ ان صوفیاء کی کوششوں سے اکبری دور میں تکمیل کو پہنچا۔ جہانگیر کے عہد میں بھی تبلیغ اسلام کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ پاک و ہند پر سلسلہ نوشاہیہ کے صوفیاء کے احسانات اظہر من الشمس ہیں۔"(1)

پروفیسر علم الدین سالک نوشہ صاحبؒ کی تبلیغ دین کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

"دو شخصیتوں نے روحانیت کی دنیا کو بے حد متاثر کیا۔ ان میں سے ایک تو خواجہ باقی باللہ جن کے خلیفہ اعظم شیخ احمد المعروف مجدد الف ثانیؒ تھے۔ اور دوسرے سلسلہ نوشاہیہ کے بانی حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش تھے۔ نوشہ صاحبؒ نے جگہ جگہ گھوم پھر کر لوگوں کو توحید کا درس دیا۔ ان کے اندر خدمت خلق کا جذبہ پیدا کیا۔ اور اپنے عمل سے عوام کو متاثر کیا۔ یہاں تک کہ آپ کے ہر مرید نے اپنے مرشد کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔"(2)

آپ کے خلفاء نے آپ کے تبلیغی مشن کو جاری رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کے گوشے گوشے میں نوشاہیہ سلسلے کے افراد موجود ہیں۔ بلکہ جدید مادی دور میں بھی سلسلہ نوشاہیہ کا ایک بہت بڑا تبلیغی مشن ورلڈ اسلامک مشن کے نام سے بریڈ فورڈ انگلستان میں تبلیغ اسلام کے فرائض بخوبی انجام دے رہا ہے۔

1- روزنامہ حالات 24 مارچ 1963ء مضمون حضرت نوشہ گنج بخشؒ۔ ڈاکٹر صاحب نے شرافت نوشاہی صاحب کی روایت کی روشنی میں اکبری دور لکھا ہے جو غلط ہے۔ حالانکہ نوشہ صاحبؒ کا دور شاہجہان کا عہد ہے۔

1- روزنامہ حالات، لاہور 24 مارچ 1963ء

کرامات

ولی کے لئے صاحب کرامات ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اُس کا اصل مقصد تو اللہ کے دین کی اشاعت اور اللہ کے بندوں کو نیک راہ دکھانا ہوتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشی گئی قوت کے باعث بعض ایسے واقعات پیش آ جاتے ہیں جن کو خوارق عادت یا کرامات کا نام دیا جا سکتا ہے۔ نوشہ صاحبؒ اپنے دور کے نیک بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ اس لئے ان سے خوارق عادت کا اظہار کوئی اچنبے کی بات نہیں ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے فرمان کے مطابق اولیاء کے مدارج تین قسم کے ہوتے ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ بندہ ولی ہو، اس کے متعلق اُسے خود بھی علم نہ ہو اور نہ ہی لوگوں کو پتا ہو۔ دوسری قسم یہ ہے کہ لوگ اسکی ولایت سے آگاہ ہوں، مگر وہ خود اُس سے لاعلم ہو۔ تیسری قسم یہ ہے کہ لوگ بھی جانتے ہوں اور وہ خود بھی اس خوبی سے واقف ہو۔[1] نوشہ صاحبؒ کی زندگی کے واقعات سے پتا چلتا ہے کہ آپ کی

1- بقول حضرت نظام الدین اولیا تین چیزیں ہیں جو کرامت کے طور پر حاصل ہوتی ہیں۔ ایک علم بغیر تعلم کے، جیسا کہ خواجہ ابوحفص نیشاپوری جب سفر حج کے دوران بغداد پہنچے تو انہوں نے خواجہ جنیدؒ سے نہایت فصیح و بلیغ عربی میں گفتگو کی۔ دوسرے جو کچھ عوام خواب میں دیکھتے ہیں اولیاء اللہ بیداری میں دیکھتے ہیں۔ تیسرے عوام کے تصوراتِ اثر جو ان کی ذات پر پڑتا ہے وہ اولیاء اللہ دوسرے پر ٹال سکتے ہیں۔ مثلاً اگر وہ حوض کا تصور کرتے ہیں تو اُسی وقت اُن کا منہ پانی سے بھر جاتا ہے اور یہ تاثیر تصور کی ہے۔ اسی طرح اگر صاحب کرامت دوسرے کی ذات کے متعلق تصور کرتا ہے تو اس کے تصور کا اثر دوسرے کی ذات پر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کسی کے مرنے کا تصور کریں تو وہ شخص مر جاتا ہے۔ خرق عادات کی چار قسمیں ہیں۔ معجزہ انبیاء کے ساتھ خاص ہے کہ ان کا علم وعمل کامل ہوتا ہے۔ کرامت اولیاء کو نصیب ہوتی ہے۔ معونت وہ ہے جو کہ بعض مجنونوں کو ہوتی ہے۔ جو نہ علم رکھتے ہیں اور نہ عمل لیکن ان سے بعض خرق عادات دیکھنے میں آتے ہیں۔ استدراج اس گروہ سے صادر ہوتا ہے جو صاحب ایمان نہیں ہوتا جیسے جادوگر وغیرہ (بحوالہ سیرّ الاولیاء از امیر خورد مبارک علی تصنیف 790ھ/ 1388ء اردو ترجمہ اعجاز الحق قدوسی لاہور، 1980ء ص 546,49)

ولایت کا تعلق تیسری قسم سے تھا۔ اس لئے اُن سے دیگر صوفیائے کرام یا بزرگان دین کی مانند کرامت کا ظاہر ہونا کوئی انہونی بات نہیں تھی۔ تذکرہ نوشاہی، ثواقب المناقب، کنزالرحمت، تحائف قدسیہ وغیرہ میں آپ کی ان گنت کرامات کا ذکر ہے۔ مگر ہم یہاں صرف حوالے کے طور پر چند ایک کا ذکر کریں گے۔

i- شاہجہان کے عہد میں قندھار کی فتح ایک مسئلہ بنی ہوئی تھی۔ دارالشکوہ بھی اس مہم میں ناکامی کا سامنا کر چکا تھا۔ اورنگ زیب کو بھی کامیابی نظر نہیں آتی تھی۔ شاہجہان کا وزیر نواب سعد اللہ خان نوشہ صاحبؒ کے مرید قاضی خوشی محمد کے توسط سے نوشہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو قندھار کی فتح کے لئے دعا کرائی۔ آپ نے عصر کے نماز کے لیے وضو کرتے ہوئے تین مرتبہ پانی قندھار کی جانب پھینکا اور فرمایا ! جاؤ بادشاہ کو فتح کی خوشخبری دے دو۔ قاصد نے بیان کیا کہ فتح کی کوئی صورت نہیں تھی۔ عصر کی نماز کے وقت اللہ کی رحمت سے قلعہ کی دیوار تین مقامات پر گر گئی۔ فوج نے اندر داخل ہو کر قبضہ کر لیا۔ شاہجہان نامے سے پتا چلتا ہے کہ قندھار 1063ھ میں فتح ہوا۔ شاہجہان نے عقیدت کے طور پر دو گاؤں ٹھٹھہ عثمان اور بادشاہ پور آپ کی درگاہ کے لئے بطور نذرانہ پیش کئے۔ جن کا سالانہ محصول ایک لاکھ تیرہ ہزارہ ایک سو ساٹھ دام یعنی دو ہزار اکہتر روپے تھا۔[1]

1- تحائف قدسیہ صفحہ 130 کے حوالے سے شاہ جہان خود چل کر نوشہ صاحبؒ کے پاس آیا تھا۔ شاہ جہان نامے میں اس واقعہ کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ اس واقعہ کی تصدیق ٹھٹھہ عثمان اور موضع بادشاہ پور کی جاگیر کے اُن شاہی فرامین سے ہوتی ہے۔ جو نوشہ صاحبؒ کے ورثاء کے پاس موجود ہیں۔ یہ جاگیر بعد میں نوشہ صاحبؒ کے پوتے شیخ محمد سعید دولاؒ بن ہاشم دریا دلؒ کے قبضہ میں رہی۔ پھر نوشہ صاحبؒ کے دوسرے پوتے شیخ عصمت اللہؒ بن برخوردارؒ کے شہزادہ فرخ شیر کی عدالت میں دعویٰ کرنے سے یہ جاگیر دونوں پوتوں میں تقسیم کر دی گئی۔ برق نوشاہی کے پاس یہ فرامین چک ڈوگر اور ایک نقل شرافت نوشاہی کے کتب خانہ ساہنپال میں ہم نے خود دیکھے ہیں۔ آخر پر دیکھئے ضمیمہ

ii- قاضی خوشی محمد ایک سفر میں نوشہ صاحبؒ کے ہمراہ تھے۔ نوشہ صاحبؒ گھوڑے پر سوار تھے۔ قاضی صاحب بلحاظ ادب ننگے پاؤں پیدل چل رہے تھے۔ گرم ریت کے باعث پاؤں جل رہے تھے۔ انہوں نے نوشہ صاحبؒ کے حکم سے گھوڑے کی کاٹھی پر ہاتھ رکھ لیا۔ اُسکی تاثیر سے اُن کے پاؤں جلنے سے محفوظ رہے۔[1] تذکرہ نوشاہی میں درج ہے کہ آپ نے ایک نابینا عورت کی طرف توجہ فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اُسکی بینائی بحال کر دی۔[2] سید صالح محمد (چک سادہ) کی خواہش پر نوشہ صاحبؒ نے نماز کی حالت میں اپنے مریدوں کو خانہ کعبہ کی زیارت کرائی۔[3] ایک مرتبہ سیر کرتے ہوئے چناب کے کنارے آپ سے ایک جوگی ملا اور کہنے لگا میں نے چھتیس برس کی محنت کے بعد جوگ حاصل کیا ہے۔ آپ بھی ایک نظارہ کریں۔ وہ ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ گیا جب نکلا تو تیس برس کا جوان تھا۔ پھر خوبصورت بچہ بن گیا پھر اپنی اصل شکل میں آ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ تم نے بیکار اتنے برس ضائع کئے۔ آپ نے اللہ ہو کا ایک نعرہ بلند کیا تو ہر طرف سے اللہ ہُو کی آوازیں آنے لگیں۔ جوگی اُسی وقت مسلمان ہوگیا اُس کا قبیلہ بھی ایمان لے آیا۔

1- تذکرہ نوشاہی (قلمی) ص154

2- ایضاً ص155

3- نوشہ صاحبؒ سے قبل اس قسم کی کرامات بزرگان دین سے ظاہر ہوتی رہی ہیں۔ حضرت بختیار کاکیؒ کا فرمان ہے کہ بندگان خاص کے واسطے خدا کعبے کو بھیج دیتا ہے کہ وہ اس کا طواف کرلیا کریں۔ چنانچہ اس وقت سب نے کعبہ کو حاضر دیکھا۔ اس مجلس میں قاضی حمید الدین، سید نورالدین مبارک، مولانا علاء الدین کرمانی حاضر تھے۔ (تذکرہ اولیائے ہند جلد اول ص 31) بابا فریدؒ نے حاضرین کو کعبہ کی زیارت کرائی۔ (تذکرہ اولیائے ہند ص 61) بقول شیخ جلال الدین تبریزی'' فقیروں کی نماز یہ ہے کہ جب تک کعبہ چشم ظاہری سے نہیں دیکھ لیتے تکبیر اولیٰ نہیں کہتے۔ یہ نماز ان کی درجہ اولیٰ کی نماز ہے۔ (تذکرہ اولیائے ہند جلد اول ص56)